مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے سیاسی نظریات پر ایک ناقدانہ نظر
مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی
معہ
تنقیدات و تعاقبات
مرتبہ
گرامی قدر جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب
ایم اے۔ پی ایچ ڈی
مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے سیاسی نظریات پر ایک ناقدانہ نظر

مکتوباتِ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ
مولانا پیر محمود احمد قادری

معہ

تنقیدات و تعاقبات

مرتبہ
گرامی قدر جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب
ایم اے، پی ایچ ڈی

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

نام کتاب ——— تنقیدات و تعاقبات معہ مکتوبات امام احمد رضا بریلوی

مرتب تنقیدات و تعاقبات ——— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایم اے پی ایچ ڈی

مرتب مکتوبات ——— الشاہ پیر محمود احمد صاحب قادری

موضوع ——— تنقیدات و تنقیحات

حسبِ فرمائش ——— حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری بانیٔ مجلسِ رضا

سالِ طباعت ——— ۱۹۸۸ء / ۱۴۰۸ھ

طابع ———

ناشر ——— مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

قیمت ——— ۴۸/- روپے

مولانا عبدالباری اور مسٹر گاندھی

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مسٹر گاندھی کے مصلحت اندیشانہ حسن خلق سے متأثر ہو کر جو اُن سے دوستانہ ربط و ضبط بڑھایا[1]، اسلامی نقطۂ نظر سے امام احمد رضا نے اس پر سخت تنقید کی اور ان کو بار بار متنبہ کیا —— امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل رباعی میں اسی پسِ منظر میں کہی ہے :۔

گاندھی چو جہاں متلئے ناکس باشد
روح آتش و ناکس تن چوں خس باشد
قرآں ز مود مشرکا نند نجس
چوں رُوح ایں ست تن خود انجس باشد [2]

---

[2] ایضاً، ص ۹۱

[1] ایک بزرگ نے فرمایا کہ تحریک خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں یہ شعر زبان زد ہر خاص و عام تھا ؎

باری میاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں
گر مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

مسلمانانِ ہند میں گاندھی کی شخصیت آخر تک مابہ النزاع رہی، بعض لوگ ان کو مسلمانوں کا خیر خواہ بلکہ مسلمان سمجھتے تھے چنانچہ جب ان کو قتل کیا گیا تھا تو اُن لوگوں نے مسٹر گاندھی کے لیے قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کی جو اولیاء کرام کے لیے بھی اسے جائز نہ سمجھتے تھے، راقم اس کا

ترجمہ :۔ گاندھی جب ؕ مہاتما (روحِ اعظم) ہے تو اس کی روح آگ اور جسم ناکس تنکے کی مانند ہے ــــ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ مشرک نجس ہیں ــــ جب اس کی روح ایسی ہے تو جسم تو بہت ہی ناپاک ہوگا۔

مولانا عبدالباری نے مسٹر گاندھی کی تعریف و توصیف کی، ان سے استعانت چاہی، ان کی متابعت میں حد سے گزر گئے اور دل و جان سے ان کی تائید و حمایت کرکے ان کے مشن کو بعید قوت بخشی ــــ امام احمد رضا نے اپنے اشعار میں ان سب امور پر بے لاگ تنقید کی ہے اور حمیت اسلامی اور غیرتِ ملی کا وہ سبق دیا ہے جس نے آگے چل کر نظریۂ پاکستان کے لیے راہ ہموار کی۔

گاندھی کی تعریف و توصیف

تحریک ترک موالات کے زمانے میں مسٹر گاندھی کا ستارہ عروج پر تھا، ہندوؤں کے علاوہ بکثرت مسلمانوں نے اُن کو امام و پیشوا بنا یا تھا حتیٰ کہ دیہات میں اُن کی امامت کا غلغلہ بپا ہوگیا تھا ــــ مولوی محمد فضل قدیر ظفر ندوی نے یہ اپنا چشم دید واقعہ لکھا ہے :

"پورب کے دیہات میں یہ افواہ پھیلی کہ گاندھی جی ہی امام آخرالزماں اور نعوذ باللہ امام مہدی ہیں چنانچہ دیہاتی مسلمان مجھ سے سوال کرتے تھے، " مولبی صاحب"

بقیہ حاشیہ : عینی شاہد ہے ــــ اور بعض لوگ مسٹر گاندھی کو مسلمانوں کو مہذب دشمن سمجھتے تھے، مندرجہ ذیل قطعہ اسی خیال کا ترجمان ہے۔ ؎

تھا قوم کی خاطر تیرا ہر ایک چلن
افسوس نہ سمجھے تجھے یارانِ وطن
کچھ پھول سمادھی پہ تری لایا ہوں
اے قومِ مسلمان کے مہذب دشمن

ناز بریلوی

"مہاتما گاندھی امام مہدی ہے؟" ——— میں جواب دیتا، "ارے وہ تو کافر ہے، خبردار جو کبھی تم نے اس کے بارے میں ایسا عقیدہ اختیار کیا۔"[1]

مولوی عبدالباری نے مسٹر گاندھی کو اپنا رہنما اور پیشوا قرار دیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے، اُنھوں نے مسٹر گاندھی کو مہاتما[2] (روحِ اعظم) اور عظیم الہند جیسے القابات سے نوازا، چناں چہ امام احمد رضا کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"ایک خط کل آیا مگر عظیم الہند گاندھی جی اور مولانا محمد علی صاحب کل میرے یہاں تھے اس واسطے جواب کی جانب التفات نہ ہوا۔"[3]

امام احمد رضا، مولانا عبدالباری کے اس قسم کے القاب و آداب پر گرفت کرتے ہوئے اس رباعی میں تنقید کرتے ہیں۔

یا رب کہ چہ کردہ ست فسون دم گاندھی
لیڈر پس رو، امام اقدم گاندھی
در خطبہ و خط گفت فرنگی محلی
ہادی گاندھی و روحِ اعظم گاندھی[4]

ترجمہ: اے خدا! گاندھی نے کیا افسوں پھونکا ہے کہ مسلمان لیڈر اس کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور وہ پیشوا بنا ہوا ہے۔ فرنگی محلی نے اپنے خط اور خطبے میں گاندھی کو ہادی (ہدایت دینے والا) اور "مہاتما" (روحِ اعظم) کہا ہے۔"

اسی زمانہ میں بعض مسلمان رہنماؤں نے مشترکہ طور پر اخبار "ہمدم" (لکھنؤ) میں یہ اعلان چھپوایا تھا:۔

"ہم نے نہایت وفاداری سے سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ (لاہور) شمارہ نومبر ۱۹۷۷ء، مضمون مقبول جہانگیر، مدیر رسول، صفحہ ۲۰ (انٹرویو:- مولوی محمد فضل قدیر ظفر ندوی) [2] الطاری الداری: حصہ اول: ص ۴۴، ۴۰

[3] الطاری الداری، حصہ سوم، صفحہ ۴۴ مکتوب محررہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء [4] ایضاً ص ۹۰

شخص یعنی مہاتما گاندھی کی واحد مطلق العنان حکومت تسلیم کرلی ہے۔" [1]

۷ار نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں خلافت کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی جس میں ہندو بھی شریک تھے۔ اس موقع پر مولانا عبدالباری نے مسٹر گاندھی کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ مسٹر گاندھی کے اخلاق اور گفتگو سے اس قدر متأثر ہو چکا ہوں کہ میں نے گائے کی قربانی ترک کردی ہے۔" [2]

مولانا عبدالباری کی مسٹر گاندھی سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر انہوں نے (بقول امام احمد رضا) یہاں تک فرمایا:

"گاندھی صاحب میرا مکان لینا چاہئیں تو ان کو وہ بخوشی دے دوں گا۔" [3]

خلافت کمیٹی میں یہ خیال بھی عام ہوگیا ہے کہ جو مسٹر گاندھی کی فرماں برداری کا دم نہیں بھرتا اُسے خلافت سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہیے ——— اس قسم کے خیالات پر تنقید کرتے ہوئے امام احمد رضا، اس رباعی میں اظہار خیال فرماتے ہیں:۔

گفتند چہ دیں اگر کمیٹی نہ بود — پامالش کن چو سر کمیٹی نہ بود
اسلام کہ بے بندگی گاندھی ماست — ہرگز مقبول در کمیٹی نہ بود [4]

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ اگر خلافت کمیٹی میں شریک نہ ہوئے تو پھر دین ہی کیا ؟
بے شک اسے پامال کردو (معاذ اللہ)
تمہارا وہ اسلام جو گاندھی کی غلامی کے بغیر ہوگا خلافت کمیٹی میں ہرگز قبول نہ ہوگا۔

---

[1] اولادِ رسول محمد میاں: مفاوضات طیبہ (۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء) مطبوعہ سیتاپور، ص ۶۰
بحوالہ مکتوب القاسم محمد اسمٰعیل حسن برکاتی بنام محمد عوض محررہ یکم جمادی الاول ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

[2] سید سلیمان اشرف، النور، مطبوعہ علیگڑھ، ص ۱۱، ۱۲

[3] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ اول، ص ۶ [4] ایضاً، ج ۳، ص ۹۹

گاندھی سے استعانت

بقول امام احمد رضا، مولانا عبدالباری نے امور دینیہ میں مسٹر گاندھی سے مدد چاہی، چنانچہ انہوں نے ہندوؤں سے مخاطب ہو کر ایک موقع پر فرمایا :۔

"توقع ہے آپ حضرات جس طرح ہم سے ملنے آئے ہیں اسی طرح مساعی سلامیہ میں معین و مددگار رہوں گے اور سب متحد ہو کر کام کریں گے۔" [1]

امام احمد رضا کو اس استعانت پر سخت اعتراض تھا ——— ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء ——— کو امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا امجد علی اعظمی، مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی، مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، امام احمد رضا کا مرتب کردہ توبہ نامہ لے کر مولانا عبدالباری کے پاس لکھنؤ گئے ——— یہ حضرات بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے "گاندھی کو" "مہاتما" کہا مولانا عبدالباری اس شخص پر برس پڑے اور فرمایا :۔

"یہ لفظ سخت ناگوار معلوم ہوتا ہے، تم سے گاندھی نہیں کہا جاتا؟" [2]

پھر امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ سے مخاطب ہو کر فرمایا :۔

"میں نے گاندھی کے منہ پر کہہ دیا ہے کہ ہم نے تم سے ایسی استعانت کی ہے جیسے کلاب و خنازیر (کتوں سوروں) سے کرتے ہیں، میں نے ایک دفعہ نہیں کئی بار اس سے کہا، اب چاہے وہ کلاب و خنازیر کو نہ سمجھا ہو۔" [3]

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری، حصہ اول، ص ۴۵

[2] ایضاً، ص ۳

[3] ایضاً، ص ۳

مندرجہ ذیل رباعیات میں امام احمد رضا نے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

عبدالباری ز رعب اصحابِ سلوک — بنگر بچہ کذب بد بہ آوردہ کوک!

گفتا "گفتم بر دے گاندھی بمراد — خواہم دوراز توچناں کز سگ وخوک"[1]

ترجمہ: عبدالباری نے اصحابِ سلوک کے رعب کی وجہ سے کیا جھوٹ گھڑا کہ میں نے گاندھی سے کہا تھا کہ میں نے تم سے اسی طرح مدد چاہتا ہوں، جیسے کتے اور سور سے۔"

★

گفتہ، من گفتہ ام خنازیر وکلاب — گاندھی فہمید یا از و ماند بخواب

این کذب وکدامی مدداز خوک وسگ است — درساختن کذب غلط کرد وعُجاب[2]

ترجمہ: وہ کہتا ہے کہ میں نے تو اسے کلب وخنزیر (کتا اور سور) کہدیا اب گاندھی سمجھے یا نہ سمجھے —— یہ سب جھوٹ ہے کیوں کہ کتے اور سور سے کیسے مدد لی جاسکتی ہے؛ اس نے جھوٹ گھڑنے کے لیے کیسی غلط اور تعجب انگیز بات کہی!

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ ۳، ص ۹۴

[2] ایضاً حصہ ۳، ۹۶

گاندھی کی متابعت

مولانا عبدالباری نے مسٹر گاندھی کی اس شان سے پیروی کی کہ بقول خود وہ عمر عزیز جو درس قرآن وحدیث میں گزری تھی، مسٹر گاندھی کے قدموں پر نثار کردی ـــــ مولانا عبدالباری نے خواجہ حسن نظامی کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا، اس میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"فقیر نان کاپریشن کے مسئلے میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے، ان کو اپنا رہنما بنالیا ہے، جو وہ کہتے ہیں، وہی مانتا ہوں، میرا حال تو سروست اس شعر کے موافق ہے ؎

عمرے کہ بہ آیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی [1]

امام احمد رضا کی نظر سے جب یہ تحریر گزری تو انہوں نے اس کا سخت نوٹس لیا اور مختلف رباعیات میں مولانا عبدالباری کی اس تحریر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کو ہدایت کی کہ وہ مسٹر گاندھی کی پیروی سے باز آجائیں، ذیل کی رباعیات اس پس منظر میں مطالعہ کی جائیں :۔

---

[1] خواجہ حسن نظامی : "مہاتما گاندھی کا فیصلہ"، مطبوعہ دہلی، صفحہ ۱۷، (مکتوب مولانا عبدالباری بنام خواجہ حسن نظامی)

(نوٹ) مسلمانوں کے اس جاں نثارانہ طرز عمل نے ہندوؤں کو اتنا جری کر دیا تھا کہ ستمبر ۱۹۴۵ء میں آل انڈیا کانگرس کے اجلاس میں سردار پٹیل نے کہا :

"جو مسلمان کانگرس میں شریک ہیں، وہ مسلمان ہیں کب ؟"

(انقلاب (بمبئی) ۲۷ ستمبر ۱۹۴۵ء)

★

خواہد دینے خبیث، عبد الباری
وارد طلبش خبیث، عبد الباری
کردست نثار بت پرستی بخوشی!
عمر وحی و حدیث، عبد الباری [1]

ترجمہ: عبد الباری ایک ناپاک دین کے پیچھے پڑا ہے اور اس کی شدید طلب رکھتا ہے۔ اُس نے اُس عمر عزیز کو جو قرآن وحدیث کی تدریس میں گزاری خوشی خوشی ایک بُت پرست پر نثار کر دی۔

★

گاندھیت امام و رہبر و فرمانده
تو بندہ و پس رو او و بر نامش جانده
ایمان بفدا کردی و نامش ماندی
تا پا بہ ہنود نارسیدی، آں دہ [2]

ترجمہ: گاندھی تیرا امام ہے، رہبر ہے اور حاکم ہے — تو اس کا غلام ہے، پیچھے پیچھے چل رہا ہے اور اس کے نام پر جان دے رہا ہے — تونے ایمان تو پہلے ہی نثار کر دیا ہے بس نام ہی نام رہ گیا ہے، ابھی اس کی باری نہیں آئی مگر یہ بھی نثار کر دے۔

★

یاد آیا ے کہ حق مسلمانت کرد
چندے بدر حدیث و قرآنت کرد
ایں جملہ نثار بت پرستی کردی
زیں گونہ شقی کدام شیطانت کرد [3]

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری: ج ۳، ص ۸۰ [2] ایضاً، ص ۹۱ [3] ایضاً، ص ۹۳

ترجمہ: وہ کیسے مبارک دن تھے کہ جب اللہ نے تجھ کو مسلمان بنایا اور تجھے اتنے عرصے قرآن وحدیث کی خدمت میں رکھا۔ تو نے یہ سب کچھ ایک بُت پرست پر نثار کر دیا۔ کس شیطان نے تجھے اتنا بدنصیب بنا دیا؟

★

غضب از پس روی گاندھی آید
رضا را بندہ شو ترک صلف کُن [1]

ترجمہ: مجھے تو گاندھی کی پیروی پر غصہ آتا ہے — اے رضا کا غلام بن جا اور شیخی چھوڑ —

★

پس روگشتی و رہنمایش داری
عبدالگاندھی مشو عبدالباری
نقطہ از زیر بہ بالا مفگن
عبدالباری، مباش عبدالناری [2]

ترجمہ: تو گاندھی کا پیرو ہوگیا اور اس کو اپنا رہنما بنالیا — اے عبدالباری! عبدالباری (خدا کا بندہ) سے عبدالگاندھی (گاندھی کا بندہ) نہ بن — لفظ "باری" میں "با" کے نقطے کو اوپر نہ لگا — اور عبدالباری سے عبدالناری (دوزخی کا بندہ) نہ بن۔

★

خوش رخش زبارعاری باید کرد
یک تو سُنے آشکارے باید کرد
پشتک دہ و گاندھی زن و گاندھی افگن
مشرک نہ بخود سوارے باید کرد [3]

[1] ایضاً، ص ۷۸ [2] ایضاً، ص ۷۹ [3] ایضاً، ص ۷۹

گاندھی کی حمایت و تائید

امام احمد رضا کا یہ خیال تھا کہ مولانا عبدالباری کی حمایت و تائید سے ان کو یا مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا، بلکہ اسکے برعکس سارے فوائد مسٹر گاندھی کو حاصل ہوں گے۔ تاریخی اور سیاسی نقطہ نظر سے اس خیال کی تائید۔

ت تحریک خلافت

اور تحریک ترکِ موالات اور تم/ دمیرہ نہ ور ہندوؤں کو قوی سے

قو م، تر ک ا

ــــدرضا اپنی سیاسی ت و اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

ے از بازوئے تو نظامِ گاندھی ست
قائم بہ تو انتظامِ دینِ گاندھی ست
کردی لقب خویش قیام الدین راست
آخر نہ بہ تو قیامِ دینِ گاندھی ست [1]

ترجمہ: تیری قوت بازو سے ہی گاندھی کا سیاسی نظام چل رہا ہے اور تیری ہی وجہ سے دین گاندھی کا انتظام قائم ہے —— تونے اپنا لقب قیام الدین (دین کو قائم کرنے والا) قرار دیا ہے —— سچ ہے آخر تجھی سے تو دین گاندھی قائم ہے۔ (تو اسی کے دین کو قائم کرنے والا ہے)۔

---

[1] ایضاً، ص ۹۰

نوٹ: مشہور مستشرق ماسینوں نے مسٹر گاندھی کے ساتھ علمار دین کی رفاقت و متابعت سے متاثر ہو کر اس کو "خاتم الاولیاء" لکھ دیا ہے۔ (مسعود)

تحریکِ خلافت اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں نہ صرف مولانا عبدالباری بلکہ دوسرے علماء بھی کانگرس کی حمایت اور گاندھی کی پیروی میں پیش پیش تھے۔ اس کے علاوہ بعض علماء ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی کتابوں میں امام احمد رضا کے نزدیک قابلِ اعتراض مواد شائع کیا تھا ———— امام احمد رضا نے اس قسم کے علماء کا تعاقب کیا اور ان پر سخت تنقید کی ———— اُنہوں نے اپنے اشعار میں مندرجہ ذیل علماء پر تنقید کی ہے:

۱۔ مولانا محمد علی

۲۔ مولانا شوکت علی

۳۔ مولانا عبدالماجد بدایونی

۴۔ مولانا اسحاق علی

۵۔ ابوالکلام آزاد

۶۔ عبدالماجد دریا آبادی

مولانا شوکت علی

مولانا شوکت علی نے اپنی تقریر میں یہ تعجب خیز کلمات فرمائے:۔

"بھائیو! خدا کی رسی (رضائے ہنود) کو مضبوط پکڑو، اگر ہم اس کی رسی کو مضبوط پکڑیں گے تو چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر ہم کو دنیا

ضرور ملے گی۔" [۱]

ایک دوسری تقریر میں یہ کلمات ارشاد فرمائے:

"زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کر دگے تو خدا کو راضی کر دگے" [۲]

ان کلمات کا تعاقب کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں:

گفتند اگر کنید خوشنود ہنود

گردید خدائے خویشتن را خوشنود

محکم رسن خدائے گیرید کز د

دیں گرچہ رود ز دست دنیا موجود [۳]

ترجمہ: ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہندوؤں کو خوش کر لو گے تو اپنے خدا کو خوش کر لو گے۔ خدا کی رسی (یعنی رضائے ہنود) کو مضبوط پکڑ لو۔ دین اگر ہاتھ سے چلا بھی گیا (تو کیا ہوا؟) دُنیا تو مِل جائے گی۔

---

[۱] مدینہ اخبار (بجنور)، شمارہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۱ء

[۲] ایضاً، ص ۴، ک ۳

[۳] محمد مصطفےٰ رضا خاں، الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

نوٹ: مولانا شوکت علی، امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور اس قسم کے تمام غیر شرعی امور سے توبہ کی۔

(حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ۱۷۳ ملخصاً)

مولانا عبد الماجد بدایونی

مولانا عبد الماجد بدایونیؔ[1] (م ۱۳۴۹ھ / سنہ ۱۹۳۱ء) اہل سنّت وجماعت کے ممتاز عالم دین تھے۔ تحریک خلافت میں بھرپور حصّہ لیا، اور تحریک ترک موالات میں مسٹر گاندھی

[1] شعلہ بیان خطیب تھے، شاہ محبّ رسول عبد القادر بدایونی کے زیر سایہ تربیت پائی، علماء و اطباء عصر سے علوم وفنون کی تحصیل کی، جامعہ شمسیۃ (بدایوں) کی توسیع و ترقی کے لیے بھرپور کوشش کی ــــــ مسجد کانپور، تحریکِ خلافت، تحریکِ ترک موالات میں حصّہ لیا ــــ لاج پت رائے اور شردھانند نے شدھی کی تحریک شروع کی تو اس کی شدید مزاحمت کی اور ملکانوں کو ارتداد سے بچایا ــــــــــــــ مولانا عبد المقتدر بدایونی کے ساتھ بغداد کا سفر کیا ــــــــــــــ سیاست میں حکیم اجمل خاں، پنڈت نہرو، محمد علی اور مسٹر گاندھی کے ہم سفر رہے، مگر بعد میں کنارہ کش ہوگئے۔ ۱۴ر دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء کو وصال ہوا اور بدایوں میں مدفون ہوئے۔

شکیلؔ احمد بدایونی کے والد جمیل احمد سوختہ نے یہ مادہ تاریخ نکالا ہے۔ ع

گُل ہُوا ہے چراغ دیں آج

۱۳۴۹ھ

(مسعود)

کے ساتھ رہے اور اس حد تک متاثر ہوئے کہ اُس کے لیے "مذکر" اور "مُدبّر" جیسے الفاظ استعمال کئے۔ چنانچہ مسٹر گاندھی کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

"خدا نے اُن کو تمہارے لیے "مُذکّر" بنا کر بھیجا ہے، قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا "مُدبّر" کر کے بھیجا ہے۔"[1]

امام احمد رضا نے ان الفاظ میں ان کا تعاقب کیا اور سخت تنقید کی، چنانچہ ایک رُباعی میں فرماتے ہیں:۔

گفتہ شمار است "مدبر" گاندھی
تعلیم کن دین مطہر گاندھی
مبعوث الٰہ از پے تذکیر شمار است
رحمٰن شدہ مرسل مذکر گاندھی[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ گاندھی تمہارے واسطے "مدبر" (تدبیر بتلانے والا، رہنمائی کرنے والا) ہے اور پاک کرنے والا، دین کی تعلیم دینے والا گاندھی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے گاندھی کو تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے گویا خداوند تعالیٰ بھیجنے والا اور گاندھی ہدایت کرنے والا ہے۔"

ایک اور رُباعی میں کہتے ہیں:۔

"مدبّر" ز خدا شوی "مدبّر" منہش
"مذکر" ز ہوا شوی "مذکر" منہش
مشرک نجس است و مرتد انجس از وے
عنقا شوی مطہر منہش[3]

---

[1] ، نمبر ۲۴۲

[2] الداری، ج ۳، ص ۹۲ [3] ایضاً، ص ۹۲

ترجمہ: مشرک ناپاک ہے اور مرتد اس سے بھی زیادہ ناپاک ________
وہ تو ناپاک سے بھی ناپاک تر ہے اسکو پاک نہ کہو۔

ظفر الملک مولوی اسحاق علی

مولوی اسحاق نے مسٹر گاندھی کی متوقع نبوت و رسالت کے بارے میں یہ اظہارِ خیال فرمایا:

"اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"[1]، (بالفاظ دیگر یہ کہ مسٹر گاندھی بالقوہ نبی ہیں اگرچہ بالفعل نہ سہی)

امام احمد رضا نے اس کا یوں اظہار فرمایا: ؎

بر لیث اگر ختم شجاعت نہ شدے
گرگیں جرو اہلِ ضیغمیت نہ شدے
گفتند کہ گاندھی ست نبی بالقوہ!
ایں بودے اگر ختمِ نبوت نہ شدے [2]

ترجمہ: اگر شجاعت اور بہادری شیر پر ختم نہ ہوجاتی (تب بھی) بھیڑیئے کا بچہ شیر جیسا نہ بن سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ گاندھی نبی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے یعنی اگر نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی تو یہ نبی ہوتا۔

---

[1] (ا) اتفاق (دہلی) ۲۷/ اکتوبر ۱۹۲۰ء
(ب) پیسہ اخبار (لاہور) ۱۸/ نومبر ۱۹۲۰ء
(ج) دبدبۂ سکندری (رام پور) یکم نومبر ۱۹۲۰ء

[2] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

ابوالکلام آزاد

ابوالکلام آزاد نے خطبہ جمعہ میں مسٹر گاندھی کے لیے "مقدس ذات" "ستودہ صفات"[1] القاب استعمال کئے جس کے عینی شاہد مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی ہیں جو خلافت کمیٹی کے رکن تھے ـــــ ان القاب و آداب پر تنقید کرتے ہوئے امام احمد رضا لکھتے ہیں :-

"دوسرا جمعہ کا خطبہ اردو میں پڑھتا ہے، نہیں نہیں خطبہ کا لیکچر دیتا ہے۔ اور اس میں خلفائے راشدین، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بدلے گاندھی کی مدح "مقدس ذات" "ستودہ صفات" وغیرہ لفظوں کے ساتھ گاتا ہے ـــــ آج خطبہ میں یہ ہوا کہ کل نماز میں اھدنا الصراط المستقیم کی جگہ "اھدنا الصراط الگاندھی" پڑھیں گے، اور کیوں نہ پڑھیں جبے جانیں کہ اس مقدس ذات ستودہ صفات" کو اللہ تعالیٰ نے "مذکر" بنا کر مبعوث فرمایا ہے[2]۔ اس کی راہ آپ ہی طلب کیا چاہیں اور بالفرض یہ تبدیل نہ کریں تو صراط الذین انعمت علیہم میں تو گاندھی کو تو ضرور داخل مان چکے۔ اللہ جسے "مقدس ذات

---

[1] مشرق، گورکھپور، مئی ۱۳ر جنوری ۱۹۲۱ء

[2] مولانا عبدالماجد بدایونی نے مسٹر گاندھی کے لیے فرمایا تھا :-

"خدا نے ان کو تمہارے لیے "مذکر" بنا کر بھیجا۔"

(اخبار فتح (دہلی
۲۵ ، نمبر ۲۴۲)

ستودہ صفات کرے اور خلق کے لئے "مذکر" بنا کر اس پر انعام الٰہی تام و کامل ہے۔"[1]

امام احمد رضا، ابوالکلام آزاد کے مندرجہ بالا کلمات پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں: ؎

دانی کہ چہ کرد ابوالکلام آزاد
آزاد ز دین و شرع و اسلام و رشاد
بستودہ صفات و پاک ذاتش گفتہ
در خطبۂ جمعہ حمد گاندھی بنہاد [1]

ترجمہ: تجھے خبر ہے کہ ابوالکلام آزاد نے کیا کیا؟ ــــ وہ ابوالکلام جو دین، شریعت اور ہدایت سے آزاد ہے ــــ اس نے جمعہ کے خطبے میں یہ الفاظ کہے "ستودہ صفات" "پاک ذات" ــــ

ایک موقع پر ابوالکلام آزاد نے ہندوؤں کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا:ـ

"اگر کوئی طاقت ہندوستان پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ حملہ آور سے مقابلہ کریں بلکہ اگر ایک ہندو قتل ہو جائے تو دس مسلمان اس کے لیے جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔"[2]

امام احمد رضا نے ان کلمات پر شدید ردعمل کا اظہار فرمایا اور اپنی رباعیات میں جو کچھ کہا اگر وہ اس پس منظر میں نہ پڑھا جائے تو نہایت ہی نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ امام احمد رضا کہتے ہیں:

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں:

[2] محمد مصطفیٰ رضا خاں، طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد مطبوعہ بریلی، صفحہ ۷۸

دانی بچہ شُد ابوالکلامت معلّم
گفتا من بہر ہند دم مستسلم!
گر بر ہند گزندے آید ز افغاں
بریک ہندو فدا کنم دہ مسلم [1]

ترجمہ: تجھے خبر ہے کہ ابوالکلام نے تجھے کیا پڑھایا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ میں ہندوؤں کی سلامتی چاہتا ہوں ۔ اگر ہندوستان پر پٹھان حملہ کر دیں تو میں ایک ہندو پر دس مسلمان قربان کر دونگا ۔

ایک دوسری رباعی میں کہتے ہیں:

آزاد مگو نہ تو بے شک مشرک
دہ مسلم می دہی پے یک مشرک
ز اسلامت اگر بہرہ وبدے می کردی
بر ناخن مسلمے فدا لک مشرک [2]

ترجمہ: اے آزاد کیا تو مشرک نہیں ۔۔ تو ایک ہندو پر دس مسلمان فدا کر رہا ہے!
اگر تو اسلام سے بہرہ ور ہوتا تو مسلمان کے ایک ناخن پر لاکھ مشرک قربان کرتا ۔
ابوالکلام آزاد نے بعض ایسے کلمات کہے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے قائل تھے کہ معاذ اللہ! حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو یہودیوں نے سولی پر چڑھا دیا ۔ مثلاً یہ کلمات:

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۱

[2] ایضاً ، ص ۹۵

۱. پلاطوس کے بے رحم سپاہیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تاکہ وہ صلیب پر لٹکائے جائیں اور جو لکھا ہے وہ پورا ہو۔" [1]

۲. اس مجاہد (عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عظیم قربانی کر کے تکمیل کر دی۔" [2]

۳. ناصرہ کے واعظ (عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح اپنی مظلومانہ قربانی اور اپنے خون شہادت کی تلاش ہو۔" [3]

امام احمد رضا نے ان کلمات پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔ اس رباعی میں اسی عقیدے کی طرف اشارہ کیا ہے جو مندرجہ بالا اقتباسات میں مذکور ہوئے:

دانی کہ چہ گفت ابوالکلام رخ زرد ❊ عیسیٰ نہ نبی بود نہ شرع آورد
بر دار کشیدند و یہود کشتند! ❊ بنگر کہ بحرف حرف قرآں رد کرد [1]

ترجمہ: تمہیں معلوم ہے کہ ابو الکلام زرد رو نے کیا کہا؟ ــــ اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ نبی تھے اور نہ وہ کوئی شریعت ہی لائے ــــ یہودیوں نے ان کو سولی پہ چڑھا کر مار دیا، دیکھو دیکھو ابو الکلام نے قرآن کے ایک ایک حرف کو جھٹلایا ہے۔"

---

[1] محمد امجد علی اعظمی: اتمام حجت (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء) بحوالہ دوامغ الحمیر، ص ۴۴-۴۵

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۱، ۹۲

مِلّی بے راہ روی

افراد کی بے راہ روی کا حال اوپر گزرا، لیکن وہ دور ابتلاء ایسا تھا کہ پوری ملت بے راہ ہو رہی تھی ——— نئے مذہب کی ایجاد کی تدبیریں سوچی جا رہی تھی، پریاگ سنگم کو مقدس سمجھا جا رہا تھا، ہندو مسلم جگری بھائی بھائی ہو رہے تھے، پیشانیوں پر قشقہ لگا جا رہا تھا، ترکی ٹوپی اور عمامے اُتار اُتار کر گاندھی کیپ اوڑھی جا رہی تھی، ہندوؤں کی ارتھی میں شرکت کی جا رہی تھی اور اس کو کندھا دیا جا رہا تھا، ہندوؤں کے لیے مسجدوں میں تعزیتی جلسے اور فاتحہ خوانی کی محفلیں منعقد ہو رہی تھیں، منبر رسول پر ہندو لیڈروں سے تقریریں کرائی جا رہی تھیں، ہندو کی محبت کی خاطر پاک و ہند میں گائے کی قربانی پر پابندی لگانے کی تدبیریں سوچی جا رہی تھیں، الغرض وہ کچھ ہو رہا تھا آج جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اگر تاریخی حقائق و شواہد معدوم ہو جاتے تو ان باتوں کو دیوانوں کی باتیں کہہ کر رد کر دیا جاتا ———

امام احمد رضا نے نہ صرف بے راہ افراد کی گرفت کی بلکہ گم کردہ راہ ملت کے ہر قول و عمل کی نگرانی کی اور اسکو صراطِ مستقیم دکھایا ——— امام احمد رضا نے اپنے اشعار میں مندرجہ بالا حقائق کی طرف اشارے کئے ہیں۔ ہم ایک ایک کر کے ان تاریخی حقائق کو پیش کرتے ہیں:-

جدید مذہب

ہندو مسلم اتحاد کے ساتھ ساتھ ایک نئے مذہب کی بات کی جانے لگی جس طرح دورِ اکبری میں دین الٰہی کی بات کی جا رہی تھی —— اس مذہب نو کا اشارہ جلسۂ خلافت کمیٹی (منعقدہ الٰہ آباد، ۲ جون ۱۹۲۰ء) کی رپورٹ سے ملتا ہے جو مولانا شوکت علی نے تیار کی۔ اخبار ہمدم (لکھنؤ) میں یہ رپورٹ شائع ہوئی۔ یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

"الٰہ آباد میں ایک ایسا فیصلہ کیا گیا ہے جو ایثار و رفاقت کی اسپرٹ کو ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی دے گا بلکہ ایک نئے مذہب کو جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز موقوف کرتا ہے اور پریاگ یا سنگم کو ایک مقدس علامت بناتا ہے۔" [1]

مندرجہ ذیل رباعیات میں امام احمد رضا نے انہیں تلخ حقائق کا ذکر کیا ہے:-

گفتند طرح کیش تازہ فگنیم
آتش در فرق کفر و اسلام زنیم
دینے نوی آریم و برنگ کعبہ
تقدیس پے سنگم و پریاگ کنیم [2]

---

[1] ہمدم (لکھنؤ)، ۸ جون ۱۹۲۰ء

[2] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۱

ترجمہ : وہ کہتے ہیں کہ ہم نئے دین کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ ہم کفر و اسلام کے امتیاز کو نذر آتش کر دیں گے۔ ہم نیا دین لا رہے ہیں اور کعبہ کی طرح پریاگ د سنگم کی تقدیس کریں گے۔"

---

۳۱ الہ آباد کے نزدیک وہ مقام جہاں دریائے گنگا و جمنا ملتے ہیں اور ہندو اس جگہ کو متبرک و مقدس سمجھتے ہیں۔ ہر بارہ سال کے بعد وہاں زبردست میلہ لگتا ہے جس کو کنبھ کا میلہ کہا جاتا ہے۔ مسعود

ہندو مسلم اتحاد

تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کی پوری پوری کوشش کی گئی۔ اور یہاں تک کہا گیا :-

"میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی بھائی ہو گئے ہیں اور یہ محبت ہم نے جان بوجھ کر بڑھائی ہے" [۱]

امام احمد رضا نے محسوس کیا کہ اس اتحاد میں ملتِ اسلامیہ کا سراسر نقصان ہے اور مشرکین اور کفارِ ہند کا فائدہ، چنانچہ انہوں نے اس کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی۔ ذیل کی رباعیوں میں ہندوؤں کے ساتھ نرمی و ملاطفت پر تنقید کی ہے" [۲]

تکلیف بفوق وسع رحماں نہ نہاد

در تہلکہ افگندن جانت فساد

در حالتِ حال ما مسلماناں را

زنہار شریعت نہ روا داشت جواد [۳]

---

[۱] اخبار فتح (دہلی)، ۲۴ر نومبر ۱۹۲۰ء

[۲] تفصیلات کے لیے مطالعہ فرمائیں، راقم کا مقالہ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء - اس کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ساتواں ایڈیشن رضا پبلی کیشنز، لاہور نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا ہے" مسعود

[۳] محمد مصطفےٰ رضا خاں : الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

ترجمہ : خداوند تعالیٰ نے قوت برداشت سے زیادہ انسان پر کوئی فرض عائد نہیں کیا، ہلاکت میں ڈالنا تیری جان کی تباہی ہے۔ ہم مسلمانوں کی اسوقت جو حالت ہے اس میں شریعت نے (ہندوؤں کے ساتھ) ایسی رواداری اور فیاضی کی، اذن نہیں دی۔

اور مندرجہ ذیل رباعی میں ہندوؤں کے ساتھ بے جا ملاطفت و نرمی کو سلسلہ اسلام کی بیخ کنی سے تعبیر کیا ہے:

ارہ کشش فرق دین نہانی بودی
تیشہ بعیاں بر زدی و پدر رودی
نجار بہ نسلت نہ بایں معنی بود
ایمان تماشیدی و دین بدر ودی [۱]

ترجمہ : تو نے دین کے سر پر چوری چھپے آرہ چلادیا اور کھلم کھلا کلہاڑی ماری اور چلتا بنا ——— تو ان معنوں میں بے شک بڑھئی ہے کہ ایمان پر رندہ چلا کر اُس کو ختم کر دیا۔"

---

۲ محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹

قشقہ و چندن

ہندو مسلم اتحاد کی رو میں بہہ کر بعض مسلمانوں نے اپنی پیشانی پر قشقے تک لگوائے اسکی تفصیل ایک استفتاء سے معلوم ہوتی ہے جو میرٹھ سے مولوی رحیم بخش نے ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا کو ارسال کیا۔ اس استفتاء میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے:

"میرٹھ میں گاندھی کی آمد پر جو جلوس نکالا گیا اس میں عین جلوس میں قشقہ چندن وغیرہ مسلمانوں کے ماتھے پر لگایا گیا۔[1]

امام احمد رضا نے اسی قسم کے حادثات سے متأثر ہو کر طنزاً یہ رباعیاں کہی ہیں:

گفتند چہ استتار می باید کرد
مشرک وشی آشکار می باید کرد
اسلام کہن شد بہ نوی چہرہ فروز
قشقہ بجبیں نگار می باید کرد[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ اب کیا چھپایا جائے۔ اب تو اعلانیہ مشرک بن جانا چاہیے ــــ اسلام پرانا ہوگیا، اب نئی چیز سے چہرہ روشن کرو ــــ قشقہ لگا کر پیشانی کو چمکادو۔

---

[1] جمیل الرحمٰن: تحقیقات قادریہ، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ، ص ۳۶

[2] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۱

ے

قومے گفت زکہنہ دامن کش شو

می گیر تو گاندھی و در آتش شو

مولانائے تو شوکت ایں سنت کاشت

قشقہ بجبیں برزن و مشرک وش شو [1]

ترجمہ : قوم نے کہا قدیم (اسلام) سے دامن بچاؤ۔ بس گاندھی کا دامن پکڑلو اور جہنمی بن جاؤ ـــــــ تمہارے مولانا شوکت علی نے تو یہ طریقہ نکالا کہ پیشانی پر قشقہ لگاؤ اور مشرکوں جیسے ہو جاؤ۔

[1] ایضاً، ص ۹۱

ارتھی میں شرکت

ہندو مسلم اتحاد کی رو میں بہہ کر مولانا شوکت علی نے غالباً کلکتہ میں تلک (صدر کانگرس) کی ارتھی کو کندھا دیا، اور جب امام احمد رضا نے اس حرکت پر گرفت کی تو انہوں نے فرمایا:

"غیر مسلم میت کو کندھا دینا ممنوع تھا، مجھے معلوم نہ تھا، اس کی میں معافی چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ؎

بھولے بامن گائے کھائی
اب کھاؤں تو رام دہائی

میں اپنی بریت میں کوئی بات پیش نہیں کروں گا، ہم گنہگاروں سے لاکھوں گناہ ہوگئے ہیں۔ [1]

مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اس قسم کی حرکات پر تنقید کی، چناں الافاضات الیومیہ میں ہے:

"جے کے نعرے لگائے، پیشانیوں پر قشقے لگائے، ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا، رام لیلا وغیرہ کا انتظام مسلم والنٹیروں نے کیا، بیہودہ اور کفریہ کلمات کہے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں ہندو نبی ہوتا۔ کیا خرافات، واہیات! [2]

[1] اخبار فتح (دہلی) ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء (تقریر مولانا شوکت علی، در اجلاس جمعیۃ العلماء ہند، دہلی) [2] مولوی اشرف علی تھانوی: الافاضات الیومیہ، ج ۵، ص ۸۸

امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل رباعی میں ارتھی کو کندھا دینے پر سخت تنقید فرمائی ہے :-

مرگھٹ طلبد "ارتھی" بُت رہ زدگان
بانعرۂ "بجے" بدوشِ مسلم بچگان
للہ تو د خدائے تو دیدی ہیچ
بر کتفِ اسد، جیفۂ خوکان وسگان [۱]

ترجمہ : وہ گمراہیوں کا محبوب چاہتا ہے کہ "بجے" کے نعرہ کے ساتھ اس کی لاش مسلمان بچوں کے کندھوں پر مرگھٹ بے جائی جائے ۔۔۔ خدا کے لیے ذرا سوچ تو سہی کہ کبھی تو نے کتوں اور سوروں کی لاشیں بھی شیروں کے کندھوں پر جاتی دیکھی ہیں ؟

---

[۱] محمد مصطفٰے رضا خاں : الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۵

ہنود کی فاتحہ خوانی

نہ صرف یہ کہ ہندوؤں کی ارتھی کو کندھا دیا گیا بلکہ ان کے ماتم میں مسجد میں تعزیتی جلسے کئے گئے اور فاتحہ خوانی بھی کی گئی، چنانچہ تلک کے مرنے پر ممبران خلافت نے جو کچھ کیا اس کا حال مولوی خلیل الرحمٰن کے استفتاء سے معلوم ہوتا ہے جو محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کو بنارس سے امام احمد رضا کو ارسال کیا گیا ـــــــ اس میں لکھا ہے:

ممبران خلافت کمیٹی نے:
تلک کے مرنے پر غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر، ننگے پیر، جمع ہو کر تلک کے لئے دعا اور فاتحہ اور نماز کا ان کی مغفرت کے لئے اشتہار شائع کیا۔ [۱]

امام احمد رضا کے علم میں جب یہ بات آئی تو انہوں نے ان حرکات کا سخت نوٹس لیا۔ ذیل کی رباعی اسی حادثے سے متعلق ہے:

مرتد را صدر و مشرکاں را ارکان　　کردند پے مرتد و اصنامیاں
ہم فاتحہ ہم نماز ہم دعوت عفو　　واللہ کہ مسخ شد ز دلہا ایماں [۲]

ترجمہ: مرتد کو صدر بنائیں اور مشرکوں کو رکن ـــ انہوں نے مرتد اور بت پرستوں کے لئے فاتحہ پڑھی، نمازیں پڑھیں اور بخشش کی دعائیں کیں ـــ خدا کی قسم ان کے دلوں سے ایمان مٹ گیا ہے۔

---

[۱] جمیل الرحمٰن: تحقیقات قادریہ، ص ۳۱

[۲] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۵

منبرِ رسول اور ہنود

ایک دوسری رباعی میں کہتے ہیں :۔

بیت اللہ و ماتم گہِ کافر اُف اُف
آں جا خطبا عبادِ شنکر اُف اُف
بر منبرِ مصطفیٰ قدوم کفّار
اُف لک اے کیٹی شر اُف اُف

ترجمہ : خدا کا گھر اور اس میں کافر کا ماتم ۔ افسوس صد افسوس ! اس جگہ خطباء شنکر کی عبادت کریں ۔ جہاں خطباء خطبہ پڑھیں وہاں شنکر بیٹھے ، حیف صد حیف ! منبرِ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر کافروں کے قدوم ! او خلافت کمیٹی ! تو خلافت کمیٹی نہیں ، فساد کمیٹی ہے ، تجھ پر ہزار ہزار افسوس !

مفسد و لیڈروں کو منبرِ رسول پر بٹھانے کے اور بہت سے واقعات سامنے آئے ، امرتسر کی جامع مسجد کے منبر پر مسٹر گاندھی کو بٹھایا گیا ، دہلی کی جامع مسجد شاہجہانی کے منبر پر شردھانند کو بٹھایا گیا ——— اسی قسم کا ایک واقعہ اخبار مدینہ (بجنور) میں ملتا ہے :

" شام کے وقت جامع مسجد میں ہندو مسلمانوں کا جلسہ ہوا جس میں لالہ مصدی لال اور لالہ گلاب سنگھ نے بھی ہندو مسلم اتحاد پر پُر جوش تقریریں کیں " [۲]

---

[۱] محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری ، ج ۳ ، ص ۹۵
[۲] اخبار مدینہ (بجنور) ۱۳ اگست ۱۹۲۰ ء

انسدادِ گاؤکشی

دسویں صدی ہجری کے اواخر میں ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے کے لیے اکبر بادشاہ نے برصغیر پاک و ہند میں گائے کے ذبیحہ پر پابندی عائد کر دی تھی، جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کوششوں سے عہد جہانگیری میں بحال ہوئی اور خود جہانگیر بادشاہ نے ۱۶۲۱ء میں قلعہ کانگڑہ میں گائے ذبح کرا کے اس پر پابندی کو ختم کیا۔[۲] ——— ہندوؤں کے نزدیک گائے نہایت مقدس و متبرک ہے۔ حالانکہ خود ہندو گائے کی قربانی کرتے رہے ہیں، میرے خیال میں بدھ مت کے اثرات کے تحت ان میں گائے کا احترام پیدا ہوا، کیونکہ بدھ قربانی کے یکسر خلاف تھے۔ بہرحال جب مسلمانوں نے برصغیر پاک و ہند پر قدم رکھا تو ہندو پرستش کی حد تک گائے کا احترام کرتے تھے جو زمانہ کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا یہاں تک کہ گائے کی قربانی موجب فساد ہو گئی۔[۳]

جیسا کہ عرض کیا گیا اکبر بادشاہ نے گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگائی ——— تقریباً تین سو برس بعد تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں پھر گائے کے ذبیحہ پر پابندی کی باتیں ہونے لگیں،

---

[۲] صاحب مجمع الاولیاء نے لکھا ہے کہ قلعہ کانگڑہ فتح ہونے کے بعد جہانگیر، حضرت مجدد الف ثانی رح کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہوا اور وہاں گائے کی قربانی کی۔" (قلمی، ورق ۳۴۴)
حضرت مجدد کا ارشاد تھا: " ذبح بقر در ہندوستان اعظم شعائر اسلام است"
(الطاری الداری، حصہ اول، ص ۱۴۷)

[۳] ملاحظہ ہو فتاوے مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء، ص ۳۲۵ - ۳۲۴

چنانچہ ۱۲۹۸ھ/۱-۱۸۸۰ء میں گائے کے بارے میں مراد آباد سے ایک استفتاء امام احمد رضا کو بریلی بھیجا گیا جس کے جواب میں انہوں نے گائے کے ذبیحہ کی حمایت میں یہ رسالہ تحریر فرمایا :۔

انفس الفکر فی قربان البقر [1]

اس سے قبل مرزا پور سے مشہور عالم و فقیہہ مولانا عبدالحئی لکھنوی کو بھی اسی قسم کا استفتاء بھیجا گیا تھا جس کا انہوں نے سیدھا سادا جواب دے دیا اور سوال کرنے والے کی حکمتِ سوال کی گہرائی تک نہ پہنچے ۔ امام احمد رضا نے پہلی نظر میں سائل کے اصل مدعا کو جان لیا اور اس کے پیش نظر جواب عنایت فرمایا جس کو دیکھ کر عالم جلیل مولانا ارشاد حسین رام پوری پھڑک اُٹھے اور توثیقی دستخط کے ساتھ تحریر فرمایا ،

" الناقد بصیر " [2]

یعنی پرکھنے والا دیدہ ور ہے ۔

اس وقت امام احمد رضا کی عمر بیس اکیس برس سے زیادہ نہ ہوگی مگر وہ اپنی فقہی اور سیاسی بصیرت کی وجہ سے معاصر بزرگوں میں بھی سبقت لے جاتے تھے ۔

امام احمد رضا کو جس کا اندیشہ تھا وہ بات سامنے آئی اور انسداد گاؤکشی کی تحریک نے سر اٹھایا ـــــــ ۱۹۱۲ء میں مسٹر گاندھی نے کہا :۔

" میں گئو رکھشا کو اپنے مذہب کا جزء سمجھتا ہوں اور بُت پرستی سے انکار نہیں کرتا ، میرے جسم کا رواں رواں ہندو ہے ۔" [3]

---

[1] احمد رضا خاں : رسائل رضویہ جلد دوم ، لاہور ۱۹۷۶ء ، ص ۲۱۳ تا ۲۳۶
(مرتبہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری)

[2] ایضاً ، ص ۲۲۴

[3] ینگ انڈیا ، ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۱ء (بحوالہ طلوع اسلام مارچ ۱۹۶۹ء)

۱۹۱۳ء میں مسٹر مشیر حسین قدوائی نے مسلمانانِ اجودھیا کو مشورہ دیا کہ وہ گائے کی قربانی ترک کردیں[۱] ـــــــ سنہ مذکورہی میں مسٹر مظہر الحق کی یہ رائے تمام اخبارات میں شائع ہوئی کہ مسلمانان کانپور اور اجودھیا گائے کی قربانی چھوڑدیں۔[۲] ـــــــ دسمبر ۱۹۱۸ء دہلی کانگرس کے صدر مسٹر مدن موہن مالویہ نے مسلمانان ہند سے درخواست کی کہ وہ گائے کی قربانی ترک کردیں۔[۳] ـــــــ دسمبر ۱۹۱۹ء میں ڈاکٹر ممتاز احمد انصاری اور حکیم اجمل خاں کی کوشش سے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے یہ تجویز پاس ہوئی کہ ہندوستان کے مسلمان گائے کی قربانی یک قلم موقوف کردیں۔[۴] ـــــــ ۱۹۱۹ء ہی میں مولانا فضل الحسن حسرت موہانی نے خودکتارپور میں جاکر یہ کوشش کی کہ وہاں کے مسلمان ہندوؤں کی خاطر گائے کی قربانی ترک کردیں۔[۵] ـــــــ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے اپنی رہائی کے بعد دہلی اور میرٹھ میں جو تقریریں کیں ان میں مسلمانوں کو گائے کی قربانی ترک کرنے کا مشورہ دیا۔[۶]

اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے تو یہاں تک فرما دیا تھا:

"میں آئندہ گائے کی قربانی نہ دوں گا، عام مسلمین میرا اتباع کریں۔"[۷]

۱۹۱۹ء میں مسٹر گاندھی نے مسلمانان ہند کو ہدایت کی کہ وہ گوشت ترک کردیں اور ترکاریوں پر گزر کریں۔[۸] ـــــــ

۱ـ اخبار لیڈر، ۵/ نومبر ۱۹۱۳ء (بحوالہ ہمدرد ۱۶/ نومبر ۱۹۱۳ء)

۲ـ ہمدرد، ۷/ نومبر ۱۹۱۳ء

۳ـ محمد عبدالقدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، علی گڑھ ۱۹۲۵ء ص ۱-

۴ـ انڈین ریویو، جنوری ۱۹۲۰ء، ص ۲۲

۵ـ محمد عبدالقدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، ص ۱۷

۶ـ ایضاً، ص ۲۰

۷ـ محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ اول، ص ۲۶

۸ـ محمد عبدالقدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، ص ۳۰، ۳۱

جمعیۃ العلمائے ہند نے ۱۹۲۱ء میں اپنے ایک اجلاس میں ایک یہ قرارداد منظور کی کہ ہندوستان کے مسلمان گائے کے بجائے بھیڑ بکری کی قربانی کیا کریں۔ [1]

الغرض کیا ہندو اور کیا مسلمان لیڈر سب ہی اس کے حامی نظر آتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے گائے کی قربانی بند کر دی جائے ــــ ایک امام احمد رضا اور ان کے ہم نوا علماء اس جم غفیر میں ملت اسلامیہ اور اسلام کی بقا اور احیاء کے لیے ساعی نظر آتے ہیں۔

---

[1] انوار الحسن: تجلیات عثمانی، ملتان، ص ۵۷

مولوی اشرف علی تھانوی کے تاثرات

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مسٹر گاندھی سے جس والہانہ پن کا اظہار فرمایا، علماء اور دانشوروں نے مسٹر گاندھی کی تعریف میں جو جو کلمات کہے، مسٹر گاندھی سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے جو جو غیر اسلامی حرکتیں کیں ان پر تنقید کرتے ہوئے امام احمد رضا کے ایک اور معاصر مولانا اشرف علی تھانوی اپنی ایک مجلس میں فرماتے ہیں:

اور ان لیڈروں کی کیا شکایت کی جاوے۔ بعض مولوی ایسے بدحواس ہوئے کہ ان کو نہ دنیا کی خبر رہی اور نہ دین کی، ایمان تک قربان اور نثار کرنے کو تیار ہو گئے اور ایک مولوی صاحب نے گاندھی کے عشق میں اپنے ایمان اور دین اور اس میں گزری ہوئی عمر کو اس پر نثار کرنے کا اس شعر میں اقرار کر لیا ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستی کر دی

ایک لیڈر صاحب نے یہ کہا:

"کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی مستحق نبوت تھا۔"

حیرت ہے کہ ایسا کم فہم بنی ہوتا؟ اگر فہیم ہوتا تو پہلے آخرت پر ایمان لاتا ایک اور مجلس میں انہیں خیالات و جذبات کو ذرا وضاحت سے اس طرح بیان فرمایا:

یہ پہلے ہی سے سلام اور ایمان کو ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے اوپر سے طاغوت کا سہارا مل گیا، سب کچھ اس کے نذر کر دیا۔ ماتھوں پر قشقے لگائے۔ جے کے

نعرے بلند کیے، ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا۔ مساجد میں ممبروں پر کافروں کو بٹھلا کر مسلمانوں نے مذکر بنا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے کی بے حرمتی کی۔ آیات اور احادیث میں گزری ہوئی عمر کو ایک کافر بت پرست پر نثار کر دیا۔ لیڈروں کی اجازت سے مسلمان والنٹیروں نے رام لیلا کا انتظام کیا۔ یہ علی الاعلان شائع کیا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں طاغوت نبی ہوتا۔ اللہ اکبر نبوت سڑک پر پڑی ہے کہ آؤ لیلو۔ ان کفریات اور شرکیات کا ارتکاب اور پھر مسلمانوں کے مقتداء اور پیشوا۔ یہ عقلاء کہلاتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ عاقل نہیں آکل ہیں۔ عقل کی ایک بات بھی نہیں۔ ہر وقت اکل کی بات ہے۔ خود گمراہ ہوئے اور مسلمانوں کو گمراہ کیا اور یہ عوام مسلمان بھی عجیب ہیں، جہاں کوئی نئی بات لے کر کھڑا ہوا، لبیک کہہ کر ساتھ ہو لیے ہیں۔ دوست دشمن کی قطعاً شناخت ہی نہیں۔ نہ اس کی پرواہ کہ کہیں یہ ہمارا کام اللہ اور رسول کے خلاف تو نہیں۔ مسلمانوں کو توبہ کرنے کی سخت ضرورت ہے کہ اس کے متعلق حکم شرعی ہے کیا، تب آگے قدم بڑھانا چاہیے۔ یہ ہڑبونگ تو عقلاً نقلاً کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ [2]

---

[1] اشرف علی تھانوی: الافاضات الیومیہ من الافاذات الیومیہ، حصہ پنجم، مطبوعہ کراچی ص ۱۲۴، ۱۲۵

[2] ایضاً، جلد ہشتم، جزو اول، مطبوعہ تھانہ بھون، ص ۸۰-۸۱

ترکوں کے خلاف جنگی عزائم

ارباب خلافت کے اس اعتراف کے باوجود کہ خلافت کے لیے قریشیت شرط نہیں اور خلافتِ عثمانیہ کا منکر خارج از اسلام ہے، یہی اربابِ خلافت جب دوسری کروٹ لیتے ہیں تو یہ کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے :۔

"ہم ہندی قوم پرست ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ اگر ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم اس کے خلاف "تلوار اٹھائیں"۔ [1]

اور مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا :

"اگر خلیفہ کی فوج ہندوستان پر حملہ آور ہوگی تو مسلمان اس سے بھی لڑنے کو تیار ہو جائیں گے، ہرگز خلیفہ کا ساتھ نہ دیں گے"۔ [2]

امام احمد رضا نے علی برادران اور آزاد کے انہیں بیانات پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے :۔

از ستر خلافت خر سوراج بجست
در گاندھی کیپ ترک ترک ترک ست
آزاد و محمد علی و شوکت گفت
گر ترک آیند تیغ گیرم بدست [3]

---

[1] مولانا محمد علی و شوکت علی بحوالہ اخبار مشرق (گورکھپور)، ۱۳ر جنوری ۱۹۲۱ء

[2] مشیر دکن ۲۵ر جون ۱۹۲۱ء (بحوالہ الطرق الہدیٰ، ص ۷۸)

[3] محمد مصطفیٰ رضا خاں : الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۱

ترجمہ : خلافت کے پردے سے سوراج کا گدھا کود پڑا ۔ گاندھی ٹوپی عام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ترکی ٹوپی اوڑھنا چھوڑ دیں ۔ [1] (جو مسلمانوں کی علامت و نشانی ہے ۔) ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ترک ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تو ہم ان کے خلاف تلوار اٹھائیں گے ۔

اس رباعی میں امام احمد رضا نے ارباب خلافت کی تلون مزاجی سے یہ نتیجہ نکالا کہ ترک خلافت کے لیے کوشش محض نمود و نمائش تھی در پردہ سوراج یعنی ہندو یا قومی حکومت کے لئے کوشش کی گئی، یہ غلط فہمی نہیں بلکہ حقیقت تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے ۔

امام احمد رضا نے ایک دوسری رباعی میں بھی ارباب خلافت کی ترکوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادگی پر تنقید کی ہے ۔ فرماتے ہیں :

با ترک پئے ہندو اشتر جنگ کند
تقدیس زمین جمن و گنگ کند
تاکے برہ دیو دوی نیست کسے
کز راہ مہا دیو ترا لنگ کند [2]

ترجمہ : ہندوؤں کے لیے ترکوں سے بر سر پیکار رہے اور زمین گنگ و جمن کو مقدس سمجھتا ہے ۔ دیو کے راستے پر تو کب تک دوڑتا رہے گا ۔ کوئی نہیں ہے جو مہا دیو کے راستے سے تجھے روکے ۔"

---

[1] سندھ کے مشہور عالم مولانا محمد ہاشم جان سرہندی مجددی نے راقم سے خود فرمایا کہ سندھ کے ایک سیاسی جلسے میں مولانا حسین احمد دیوبندی نے علماء اور عوام کے سر سے عمامے اتروا کر گاندھی کیپ اوڑھائی جو وہ خود اپنے ساتھ لائے تھے ۔ یہ منظر خود مولانا مرحوم نے ملاحظہ فرمایا ۔" (مسعود)

[2] محمد مصطفےٰ رضا خاں : الطاری الداری ، ج ۳ ، ص ۹۵

جنگ و وسائلِ جنگ

امام احمد رضا نے جہاد کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں :۔

(۱) جہادِ جنانی ———— کفر و بدعت کو دل سے بُرا جاننا

(ب) جہادِ لسانی ———— زبان و قلم سے کافر و مشرک اور فاسق و فاجر کا رد کرنا۔

(ج) جہادِ سنانی ———— کافر و مشرک اور نصاریٰ کے خلاف تلوار اٹھانا اور جہاد برپا کرنا۔

آخری قسم جہاد کے لئے امام احمد رضا کا خیال تھا کہ جہاد کے لیے جب تک وسائل وحالات پیدا نہ ہوں جہاد اور جنگ کرنا خود کو ہلاک کرنا ہے ———— تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات و تحریکِ ہجرت کے زمانے میں اغیار مسلمانوں میں جوش جہاد پیدا کرکے اپنے سیاسی مفادات حاصل کرنا چاہتے تھے، امام احمد رضا نے اپنی مومنانہ فراست سے اس کا اندازہ کرلیا اور مسلمانوں کو ایسی مہلک جدوجہد سے بچنے کی ہدایت فرمائی جس سے ان کا نقصان ہو اور دوسروں کا فائدہ ———— چناں چہ ایک رباعی میں ناعاقبت اندیشانہ جذبہ جہاد پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں :۔

لے احمد رضا خاں : رسائل رضویہ : جلد دوم [illegible] ۱۹۶۰ء ص [illegible]

★

رب العزۃ ہلاک کردہ بے شک
نمرود ز پشہ، ابرہہ از مرغک
اما بخوارق اعتماد و اسباب
بگذاشتن ست کار احمق اہلک [1]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے نمرود کو مچھر سے اور ابرہہ کو چھوٹے پرندوں سے مروا دیا (اس میں بڑی قدرت ہے) لیکن (عالم اسباب میں) ایسی خلاف عادت باتوں پر اعتماد کر کے اسباب (جنگ) کی فراہمی سے بے خبر ہو جانا، بیوقوفوں کا کام ہے۔

ایک دوسری رباعی میں فرماتے ہیں:

★

گفتند بدوک خون انگریز بریز
کج دارد مریز بام زسا دستیز
از چوب مقابل و مقاتل می باش
با قنبل طیارہ و توپ انگریز [2]

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ تنکے سے انگریز کو قتل کر دے ـــــ تو یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے کہیں کہ برتن ٹیڑھا رکھو اور برتن کی چیز کو نہ گراؤ، بالاخانہ کو گراؤ اور خود نہ اٹھو (یعنی تنکے سے قتل کرنا ناممکن ہے) (وہ یہ بھی کہتے ہیں) کہ ڈنڈے سے انگریزوں کا مقابلہ کرو اور ان کو قتل کرو اور ڈنڈے سے کر انگریز کے جہازوں اور توپوں کے گولوں کے مقابلے پر آجاؤ۔

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۹
[2] ایضاً، ص ۹۹

تحریکِ ترکِ موالات

۱۹۲۱ء

خلافت اور سوراج

تحریک خلافت میں مسٹر گاندھی کی عملی شرکت ہی اس بات کی غمازی کرتی تھی کہ آگے چل کر یہ تحریک کوئی اور شکل اختیار کرے گی کیوں کہ تحریک کا کامیاب ہونا بظاہر مشکل نظر آتا تھا اور اسکو مسٹر گاندھی کی دوربیں نگاہوں نے دیکھ لیا تھا، چنانچہ تحریکِ خلافت میں ناکامی کے بعد دوسرا قدم تحریکِ ترکِ موالات اٹھایا گیا، خلافت کی بات رفتہ رفتہ ذہنوں سے اوجھل ہونے لگی اور قومی حکومت (سوراج[1]) کی بات کی جانے لگی، ——— امام احمد رضا نے اس اندازِ فکر پر تنقید کرتے ہوئے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ہم تو ہندوستان کی آزادی کو ایک فرض اسلامی سمجھتے ہیں، اسکے لیے ضرورت ہے کہ عام اتحاد ہو اور پوری کوشش سے مقصد حاصل کیا جائے"۔[2]

پروفیسر سید سلیمان اشرف (صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) نے بھی ارباب سیاست کے فکر و نظر کے اس نشیب و فراز پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

---

[1] ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد)، شمارہ ۵، ربیع الاول ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۸ء، میں "سوراج کا طلسم" کے عنوان سے فاضل مدیر مفتی محمد عمر نعیمی نے فکر خیز تبصرہ کیا ہے۔ مسعود

[2] احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، ج ۲، لاہور [illegible]، ص ۱۵۵

... جن کی آنکھیں نورِ ایمان سے منور ہیں، انہوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ ... اسلامی خلافت کی حمایت کی جارہی ہے یا کفر و شرک کا طغیان ... مسلمانانِ ہند پر لایا جارہا ہے۔ [1]

مولانا آزاد کے ان کلمات سے یہ حقیقت اور واضح ہوجاتی ہے: "کوشش اور لڑائی صرف اماکن مقدسہ اور خلافت کے لیے نہیں ہے بلکہ ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لیے ہے، اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جد و جہد جاری رہے گی اُس وقت تک کہ ہم گنگا اور جمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ کرالیں۔" [2]

جس خود اختیاری حکومت کا آزاد نے ذکر کیا ہے اچاریہ کرپلانی کی نظر میں اس کا خاکہ کچھ اس طرح ہے :-

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کانگرس کی ہر اسکیم گاندھی جی کے فلسفے کے ماتحت چلائی جائے گی۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آپ کسی اسکیم کو اور کسی فلسفۂ زندگی کے اصول پر چلا سکیں۔" [3]

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا آزاد نے جس حکومت خود اختیاری کا ذکر کیا ہے وہ دراصل سوراج ہی ہے جس کی رُوح اسلامی فلسفہ نہیں بلکہ فلسفہ گاندھی تھا اور جس کو آزاد نے حکومت میں شریک ہوکر عملی طور پر اپنایا۔

امام احمد رضا، مسٹر گاندھی اور مولانا آزاد کے سیاسی طرزِ عمل پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں :

---

[1] سید سلیمان اشرف : النور، ص ۲۲

[2] اشتہار، بعنوان "تمام بھائیوں سے اپیل اور دست بستہ عاجزانہ عرض"، ۲۱ دسمبر ۱۹۲۰ء

[3] اخبار مدینہ (بجنور)، ۱۰ اگست ۱۹۳۹ء

[4] مولانا آزاد نے ۱۹۴۰ء میں فرمایا: "میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی

بقیہ ...

گاندھی پے سوراج دلش بشگافد
آزاد پے خلافت خود لا بافد
ہر کس بدل استخواں طلب می گردد
جولاہہ پے سرین خود می بافد

ترجمہ: سوراج (ہندو اسٹیٹ) کے لیے گاندھی کا دل پھٹا پڑتا ہے ——— اور ابوالکلام آزاد اپنی خلافت وحکومت کی ادھیڑبن میں ہے ——— ہر کوئی اپنے مطلب کے واسطے تگ و دو میں ہے ——— (سچ ہے) جولاہہ اپنی ہی پشت ڈھانکنے کے لیے کپڑا بنتا ہے

ہندی تہذیب

حکومت خود اختیاری یا قومی حکومت کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلامی تہذیب ہندو تہذیب میں ضم ہو جاتی ——— یہ محض ایک خدشہ ہی نہ تھا بلکہ ہندو لیڈروں کی طرف سے اس کا اظہار کیا جا چکا تھا۔ چنانچہ ہندو مہا سبھا کے نائب صدر ڈاکٹر رادھا مکر جی نے کہا:

> ہندوستان کو نظریہ اور عمل کے لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیئے جس کا کلچر ہندو، جس کا مذہب ہندو اور جس کی حکومت ہندوؤں

بقیہ صہ ہوں، میں ہندوستان کی ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں۔

(اسٹیٹمین، ۱۹ فروری ۱۹۴۰ء)

وطن پرستی کا یہ وہی نظریہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کر کے مملکت عربیہ کی جگہ سلطنت اسلامیہ قائم کی، اور وطن پرستانہ مفاخر کو جاہلانہ قرار دیا۔ — مسعود

ا محمد مصطفٰی خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۵

کے ہاتھ میں ہو" [1]

امام احمد رضا نے ہندو رہنماؤں کے ان پوشیدہ عزائم کو بھانپ لیا تھا چنانچہ انہوں نے مسٹر گاندھی کے طرزِ عمل پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا :

گاندھی گفتا بدوک انگریز کشی
از رشتہ خام چوں کمندش بکشی
لہنگا می پوش ودر لیملاتے می ریس
از ہند بدر کنی نصارے بخوشی [2]

ترجمہ : گاندھی کہتا ہے کہ تو تکلے سے انگریز کو ہلاک کرے گا ۔ اور تو اسے کمند کی طرح کچے دھاگے سے کھینچ لے گا ۔ —— وہ کہتا ہے کہ لہنگا پہنو اور چرخہ کاتو (یعنی ہندو تہذیب و تمدن اختیار کرو ۔) پھر بے شک انگریز کو ہندوستان سے نکال دو گے ۔"

کفر و اسلام کا اختلاط

۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء اور اس کے بعد ہندی اور اسلامی تہذیب کی آمیزش کے جو نظارے سامنے آئے ان کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں، ان سے اندازہ ہوگا کہ اگر امام احمد رضا پنی پوری قوت سے اس سیلاب عظیم کو مزاحمت نہ فرماتے تو آج اسلام کی صورت دیکھنے کو برصغیر کے مسلمان ترس رہے ہوتے ۔

یہ جھلکیاں ملاحظہ ہوں :-

---

[1] طلوع اسلام : (دہلی) دسمبر ۱۹۳۸ء (بحوالہ محمد صادق قصوری ، اکابر تحریک پاکستان ، مطبوعہ لاہور ، ۱۹۷۶ء ، ص ۱۲

[2] محمد مصطفٰے رضا خاں : الطاری الداری ، ج ۳ ، ص ۹۵

۱- خلافت کمیٹی کے والنٹیر بمبئی میں سربازار اللہ اکبر کے ساتھ گاندھی کی جے، تلک کی جے، گئو ماتا کی جے، پکارتے تھے جس پر ہزاروں مسلمان شاہد ہیں۔" [۱]

•

۲- بریلی میں مسٹر گاندھی کی آمد پر مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلم لیڈروں کے سامنے مسٹر گاندھی کی مدح جو خیر مقدمی قصیدہ پڑھا گیا۔ اس میں ایک مصرعہ بھی تھا۔ ع

جھکاتے جن کے آگے ہیں ملائک سر، وہ آتے ہیں

سب نے سنا اور خاموش رہے۔ [۲]

•

۳- آرہ میں ایک پنڈت نے قرآن، رامائن اور انجیل کا ایک ساتھ جلوس نکالا اور تینوں کو مندر میں رکھ کر پوجا کی، مسلمان بھی اس میں شریک ہوئے۔" [۳]

•

۴- میرٹھ میں پنڈت سیتا رام، صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں مولانا شوکت علی کو پنڈت شوکت علی اور مولانا محمد علی کو لالہ محمد علی، کے خطابات سے نوازا۔" [۴]

کفر و اسلام کی اس آمیزش بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی تضحیک کو ایک حساس مسلمان کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ چنانچہ امام احمد رضا نے سخت ردِّ عمل کا اظہار کیا اور مندرجہ ذیل رباعیاں پیش کیں:-

---

۱ جمیل الرحمٰن: تحقیقات قادریہ، ص ۳۰

۲ ایضاً ، ص ۳۵ ملخصاً

۳ ایضاً ، ص ۳۷ ملخصاً (بحوالہ استفتاء مرسلہ محبوب علی از آرہ محررہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ)

۴ اخبار مدینہ (بجنور) یکم فروری ۱۹۲۰ء

ے
پا بر دم دینی و بدل کفر دادُ
خلط سلام دکفر دائج نہ شود
پا برکش واز خلط جدا شو کہ توئی
خود گاندھی و گاندھی زتو بر تر نہ بود [1]

ترجمہ: بظاہر تو دین پر قائم ہے مگر دل میں کفر بھرا ہے —— کفر و اسلام کی ملاوٹ نہیں چل سکتی —— تو اس دلدل سے اپنا پیر نکال اور اس ملاوٹ سے باز آجا۔ حقیقت یہ ہے کہ تو خود گاندھی ہے اور گاندھی تجھ سے بڑھ کر نہیں ہے (یعنی سیاست ہند میں اس وقت مولانا عبدالباری سے گاندھی کو بلا کی تقویت مل رہی ہے)

ے
ملحد در اسم رب، اگر رام خدا است
پنڈت چو تو مولوی وعظ تو کتھا است
مسجد، مدارس، پاٹ شالا، مندر
مرگھٹ، درگہ۔ مزار آبات چتا ست [2]

ترجمہ: اگر تمہارا یہ حال ہے کہ رام، خدا ہے —— "پنڈت" تیری طرح "مولوی" ہے "مسجد"، "مندر" ہے —— "پاٹ شالا"، مدارس ہیں —— "درگاہ" "مرگھٹ" ہے —— اور تمہارے آباؤ اجداد کے مزارات "چتا" ہیں —— تو پھر تم ملحد ہو۔

الغرض امام احمد رضا نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں پاک و ہند کے سیاسی افق پر طلوع ہونے والی سیاسی تحریکوں کا بغور مطالعہ کیا اور اسلام و ملتِ اسلامیہ پر اس کے

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری، ج ۳، ص ۹۰

[2] ایضاً، ص ۹۸

مضر اثرات کا جائزہ لیا، پھر پوری قوت کے ساتھ ان تحریکوں کے اسلام دشمن جراثیم کا خاتمہ کرنے کے لیے کمر ہمت باندھی —— علماء اور افرادِ ملت نے جو انفرادی اور اجتماعی بے راہ روی اختیار کی تھی اُس پر ان کو سخت تنبیہ کی اور سیدھا راستہ دکھایا —— وہ جذباتی دور تھا، پہلے تو بعض حضرات نے یہی خیال کیا کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے غلط ہے مگر جب مطلع صاف ہوا اور تاریخ نے خود امام احمد رضا کے حق میں فیصلہ دیا تو معلوم ہوا کہ جو کچھ اُنہوں نے کہا تھا، حق تھا۔